42

الانذار

(فرمودہ ۲۳ ر نومبر ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب بھی وہ اپنا کوئی مامور و مرسل دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کی شان اور اس کے درجہ اور رتبہ کے مطابق اس کے ساتھ ملائکہ کی فوجیں بھیجتا ہے۔ کیونکہ وہ روحانی بادشاہ ہوتا ہے اور کوئی بادشاہ بغیر فوج کے نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ نادان کافر اور جاہل معترض کہا کرتے ہیں کہ اس نبی کے پاس تو فوج نہیں۔ مگر چونکہ نبی جسمانی بادشاہ نہیں ہوتا۔ روحانی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ روحانی فوجیں ہوتی ہیں۔ اس کا تخت روحانی ہوتا ہے۔ اس کا تاج روحانی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی فوجیں بھی روحانی ہوتی ہیں۔

جبکہ دنیاوی بادشاہ اپنی حکومت تلواروں کے زور سے قائم رکھنا چاہتے ہیں اور جبر اور زور سے اپنی حکومت منواتے ہیں اور اپنی توپوں اور بندوقوں سے دشمن پر زور ڈالتے ہیں۔ اس وقت انبیاء اپنی دعاؤں کے گولوں سے مخالفین کو زیر کرتے ہیں اور دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ ظاہری حکومتیں تلاش کر کے اپنی فوجوں میں بہادر قوموں سے جوان بھرتی کرتی ہیں۔ مگر نبیوں کی فوج میں فرشتوں کی بھرتی ہوتی ہے۔ پھر بادشاہ ظاہری سامانوں میں اپنے دشمن کو غارت کرتے ہیں تو انبیاء کے دشمن آسمانی سامانوں سے غارت کئے جاتے ہیں۔ انبیاء میں تمام بادشاہوں کی باتیں ہوتی ہیں بلکہ ان سے زیادہ ہوتی ہیں۔ وہ تاج و تخت و حکومت کے مالک ہوتے ہیں۔ مگر انکی یہ سب چیزیں روحانی ہوتی ہیں اور ان کے سب سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے مہیا کئے جاتے ہیں۔ جس طرح ظاہری حکومتوں کے باغی ہلاک کئے جاتے ہیں اسی طرح انبیاء کے دشمن باطنی سامانوں سے باطنی پھانسی دئے جاتے ہیں جس طرح حکومتوں کے دشمن تلوار کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں اسی طرح انبیاء کے دشمن جن کے حالات سے خدا تعالیٰ خوب واقف ہوتا ہے ان سے وہی سلوک کرتا ہے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہری حکومت کے قیدی قید میں رہ کر خوش ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لیکن خدا جس کو قید

کرتا ہے وہ خوش نہیں ہو سکتا۔ ظاہری حکومتیں ایک شخص کو قید کرتی ہیں اس جرم میں کہ اس نے بغاوت کی مگر وہ شخص خوش ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی قوم کو آزاد کرانا چاہتا تھا۔ وہ اس قید کو عزت کا باعث سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک سپاہی جو ملک کی عزت و احترام کے لئے مرتا ہے وہ موت پر بھی خوش ہوتا ہے۔ لیکن خدا کا مارا ہوا نہ یہاں خوش ہوتا ہے نہ وہاں۔ خدا کا جس پر غضب نازل ہوتا ہے اور جو خدا کی قید میں ڈالا جاتا ہے وہ خوش نہیں ہو سکتا۔ خدا کی طرف سے قید یہ ہوتی ہے کہ وہ عزت کو تباہ کر دیتا ہے۔ جسم میں ایسی بیماری پیدا کر دیتا ہے جس سے راحت و آرام مفقود ہو جاتا ہے۔ اور خوشی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی خدا نے اپنا ایک مرسل بھیجا ہے۔ یہ اس کا احسان تھا کیونکہ باوجود اس کے کہ لوگ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے بدی اختیار کر لی اور خدا کو بھلا دیا مگر خدا نے انعامات کا جو دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کھولا تھا نہ چاہا کہ اس کو بند کر دے۔ باوجودیکہ لوگوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رسول کی بے قدری کی۔ خداتعالیٰ نے اپنا ایک مامور و مرسل بھیجا اس مامور و مرسل سے بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا جو اس سے پہلے ماموروں سے ہوتا آیا ہے۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے مٹا دیں اور اس کے سلسلہ کو درہم و برہم کر دیں مگر خدا نے اپنی بات پوری کر کے دکھادی۔

جب حضرت مسیح موعود نے دعویٰ کیا اس وقت آپ کی حالت اور آپ کے ماننے والوں کی حالت بظاہر بہت کمزور تھی۔ میری پیدائش دعوے سے پہلے کی ہے اور گو میں نے ابتداء نہیں دیکھی مگر ابتداء کے قرب کا زمانہ دیکھا ہے۔ وہ زمانہ بھی کمزوری کا زمانہ تھا۔ طرح طرح مولوی لوگوں کو جوش دلاتے تھے اور ہر ممکن طریق سے دکھ اور تکالیف پہنچاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب ایک شہادت میں ملتان تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا اس وقت میری عمر آٹھ سال کے قریب ہو گی۔ جب آپ وہاں سے واپس آئے تو لاہور میں کسی جگہ دعوت تھی یا کیا بات تھی یہ مجھے یاد نہیں۔ آپ دہلی دروازہ کے اندر گئے اور سنہری مسجد یا وزیر خان کی مسجد کے پاس میں نے بہت بڑا مجمع دیکھا جن کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔ اور وہ بڑا شور و غوغا کر رہے تھے اس تمام مجمع میں اس وقت کی عمر کے تقاضے کے مطابق مجھے ایک نظارہ خاص طور پر یاد ہے۔ ایک شخص جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار مار کر شور مچاتا اور ہو ہو ہاہا کر رہا تھا۔ عمر کے تقاضے کے ماتحت اس وقت تو اس کی حالت قابل رحم نظر نہ آتی تھی بلکہ قابل تمسخر نظر آتی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا کام کر رہا ہے۔ مگر آج میں جب ان حالات پر غور کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ان کے دو چار کنکروں یا ان کی گالیوں نے حضرت اقدس کا یا آپ کے سلسلہ کا کیا بگاڑ لیا۔ حق کے اظہار کے لئے تو لوگوں کی گردنوں پر تلواریں رکھی گئیں۔ تب بھی کچھ نہ ہوا۔ غرض وہ

ایک بے بسی کی حالت تھی جس میں وہ لوگ مبتلا تھے۔ اور خیال کرتے تھے شاید اس طرح کچھ بنالیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں گاڑی کی پچھلی نشست پر گھوڑے کی طرف منہ کرکے بیٹھا ہوا تھا اور گاڑی کی ناقی میں سے قریباً نصف باہر جھک کر دور تک اس تماشہ کو دیکھتا رہا کہ یہ لوگ شور کیوں کرتے ہیں۔

پس یا تو وہ زمانہ تھا کہ رب العالمین کے مامور و مرسل پر لوگ تالیاں بجاتے اور خوش ہوتے تھے کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ لیکن آج آپ کے خادم کہیں جاتے ہیں جو آپ کے درجہ کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے تو لوگ ان کا ادب کرتے اور ان کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ سینکڑوں آتے اور ادب سے ملتے ہیں۔ اگر مخالف بھی ہوتے ہیں تو بھی اتنا ضرور کہتے ہیں کہ ان کی ایک معزز جماعت ہے اور بڑی کام کرنے والی جماعت ہے ان کی عزت کرنی چاہئیے۔ کجا وہ حالت کہ حضرت اقدس پر پتھر چلائے جاتے تھے اور آپ پر تالیاں بجائی جاتی تھیں۔ اور کجا یہ حالت کہ آپ کے خدام کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ یہ حالت کیسے پیدا ہوئی۔ یہ بات کیسے دنیا کے قلوب کے اندر سما گئی اور یہ رنگ کیسے پیدا ہو گیا۔ کیا ہم نے وہ بات کہنی چھوڑ دی جو حضرت اقدس پیش فرماتے تھے۔ نہیں ہم وہی بات کہتے ہیں۔ لوگوں کو آج بھی ہم سے اختلاف ہے۔ مگر اس وقت اور موجودہ وقت میں فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت ملائکہ کی فوج نے کام شروع کیا تھا۔ اور اب ایک حد تک کام کر چکی ہے۔ اس تغیر میں خدا کے قہری نشانوں کا بھی دخل ہے جو کہیں زلزلہ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ کہیں طوفان اور طاعون کی صورت میں کہیں انفلوئنزا کی شکل میں اور کہیں قحط اور وبا کے رنگ میں کہیں کسی اور رنگ میں۔ یہ نشانات وہ لڑائیاں تھیں جو خدا کی طرف سے اپنے مامور و مرسل کی تائید میں لڑی گئیں۔ ان سے بہت سے لوگوں کی دشمنیاں ماری گئیں جن میں نیکی مخفی تھی وہ مان گئے۔ کچھ ایسے ہیں جنہوں نے مخالفت چھوڑ دی۔ مگر ابھی یہ کام ختم نہیں ہوا۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس کے الہامات سے پتا لگتا ہے کہ ان حملوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو گا جب تک کہ دنیا میں غالب دین اسلام نہ ہو جائے۔ ہاں کبھی خدا ڈھیل بھی دیتا ہے اور وقفہ ڈالتا ہے تاکہ اس عرصہ میں لوگ غور کریں اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ جیسا کہ حضرت اقدس کا الہام ہے۔ **انی مع الرسول اقوم افطر و اصوم** اے نادان اس الہام پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کیا خدا بھی روزے رکھتا اور افطار کرتا ہے۔ مگر اس الہام کا یہ مطلب ہے کہ میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوں۔ کبھی دنیا پر عذاب لاتا ہوں اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ چھوڑ دیتا ہوں اور لوگوں کی فریادوں کو سنتا ہوں۔ عذاب کے زمانہ کو روزے کھولنے سے تشبیہ دی۔ اور عذاب روکنے کے زمانہ کو روزے رکھنے سے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ عذاب مسلسل آتا جائے بلکہ خدا وقفہ دیتا ہے۔ اور پھر عذاب

نازل کرتا ہے۔ ایک زمانہ میں تلوار چلائی جاتی ہے۔ اور ایک زمانہ میں نیام میں رکھ دی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا جب تک وعدۂ الٰہی پورا نہ ہو جائے۔

میں نے جو آج یہ خطبہ پڑھا ہے یہ ایک رؤیا کی بنا پر پڑھا ہے جو میں نے پرسوں دیکھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر کوئی اور عذاب آنے والا ہے اور قریب کے زمانے میں آنے والا ہے۔ میں نے دو نظارے دیکھے ہیں۔ اول میں نے ایک مریض کو دیکھا۔ جس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ طاعون کا مریض ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوا کہ ہم کچھ آدمی ایک گلی میں سے گزر رہے ہیں۔ ہمیں ایک شخص کہتا ہے۔ پرے ہٹ جاؤ یہاں سے بھینسیں گزرنے والی ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا گلی کے پاس ایک کھلا میدان ہے جس کے ارد گرد احاطہ کے طور پر دیوار ہے اور ایک طرف دروازہ بھی ہے۔ جس کو کواڑ نہیں ہیں۔ اور میں اور میرے ساتھی اس دروازے میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہم نے گلی میں سے گذرنے والی بھینسوں کو دیکھا کہ وہ مارنے والی بھینسوں کی طرح گردن اٹھا کر دوڑتی چلی آتی ہیں۔ میں نے انتظار کیا کہ وہ گزر جائیں لیکن اتنے میں ہمیں بتایا گیا کہ وہ اس گلی سے نہیں دوسری سے گزر گئیں۔

تعبیر الرؤیا میں بھینس کی تعبیر وبا یا بیماری ہوتی ہے اور طاعون سے مراد بھی عام بیماری یا کوئی وبا ہوتی ہے۔ اور طاعون بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اس رنگ میں کوئی اور نشان ظاہر ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مختلف رنگ کے نشان آیا کرتے ہیں۔ کبھی سیاسی اور کبھی مالی اور کبھی کسی اور رنگ میں تاکہ لوگ ایک ہی قسم کے عذاب کے عادی نہ ہو جائیں۔ اس وجہ سے دو امور کی طرف اپنی جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اول تو یہ کہ ان ایام میں بہت زیادہ استغفار اور توبہ کی ضرورت ہے۔ چاہیئے کہ ہمارے احباب خصوصیت سے اس میں لگ جائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے متعلقین کو اس قسم کی موت سے بچائے۔ موت سب کو آتی ہے۔ حتیٰ کہ نبی بھی نہ بچے اور تو اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے ذریعہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچانا وہ بھی نہ بچے۔ پس جب وہ بھی نہ بچے جن کی دنیا کو اتنی ضرورت تھی۔ اور کون ہے جو موت سے بچ جائے۔ مگر موتوں کی بھی قسمیں ہیں۔ بعض موتیں شہادت بھی ہوتی ہیں۔ مگر بعض لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہیں اور امر حق مشتبہ ہو جاتا ہے۔ جو وباء مخالفین کے لئے آئی ہو۔ اگر تم میں سے یا تمہارے متعلقین میں سے کوئی اس میں مبتلا ہو جائے تو لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ کیسا عذاب ہے کہ ماننے والوں پر بھی آتا ہے۔ گو ان کا یہ اعتراض غلط ہوگا۔ مگر کہنے والے کو کون روک سکتا ہے۔ خدا کی ذات تو غنی ہے اگر کوئی انسان عفو طلب نہیں کرتا تو خدا کو اس کی پروا نہیں ہو

سکتی۔ ماننے والوں میں سے اگر کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے یا کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ کسی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں ایسا شخص دو پتھروں کے نیچے کچلا جاتا ہے۔ ایک پتھر تو یہ ہوتا ہے کہ جو بلا دین کے دشمنوں کے لئے تھی وہ اس میں مبتلا ہو گیا۔ اور دوسرا یہ کہ دشمنوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوا۔ اور جس کا سر دو پتھروں کے نیچے ہو۔ اس کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ عذاب جن کے لئے ہے وہ ہمارے بھائی ہیں اور بھائی بھی کئی قسم کے۔ اول وہ اس رسول کو ماننے والے ہیں جس کو ماننا اور منوانا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے وہ اس رسول میں سے ہو کر ہمارے بھائی ہیں۔ پھر وہ ہمارے اہل وطن ہیں۔ اس لئے وہ ہندوستان میں ہو کر ہمارے بھائی ہیں۔ پھر وہ انسان ہیں اور ہم اور وہ ایک انسان کی اولاد ہیں۔ اس لئے ہمارے بھائی ہیں۔ پھر بعض ان میں ہمارے رشتہ دار اور قریبی بھی ہیں۔ ہمارے ہمسائے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی ہمارے بھائی ہیں پس کئی وجوہ سے وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ان تمام تعلقات کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر ان کو تکلیف پہنچے تو ہمیں ضرور رنج ہوتا ہے۔ اور ہم ان کی تباہی پر خوش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہم اس صورت میں خوش ہو سکتے ہیں اگر وہ عذاب سے بچ جائیں۔

اس لئے میں اپنی جماعت کو یہ بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس امر کی بھی کوشش کریں کہ جہاں تک ہو سکے وہ لوگ عذاب میں مبتلا ہونے سے بچائے جائیں۔ اور ان کو بچانے کا طریق یہی ہے کہ ان کو تبلیغ کی جائے۔ اور وہ اس زمانہ کے مامور و مرسل پر ایمان لائیں۔ جب خدا کسی کو عذاب میں مبتلا کر رہا ہو تو اس کو نہیں بچایا جا سکتا۔ مگر اس طرح کہ ان حالات کو بدل دیا جائے اور اس میں اصلاح پیدا ہو جائے۔ ورنہ اور ذرائع سے خدا کے عذاب میں گرفتار شخص کو بچانے کی سعی کرنا جنون ہے۔ پس اگر کسی کا بچنا ممکن ہے تو تبلیغ کے ذریعہ ہی۔ اور اگر تبلیغ نہ کی جائے تو اس کے معنے ہیں کہ ان کی ہلاکت میں گویا ہم بھی مددگار ہیں۔ پس ہمارے دو فرض ہیں۔ اول یہ کہ دعا و استغفار کثرت سے کریں۔ اور عاجزی اور انکساری اختیار کریں۔ دوسرے یہ ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ میں سعی بلیغ کریں تاکہ لوگ سلسلہ حقہ میں داخل ہو کر خدا کے عذاب سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم کرے اور ان پر بھی جو اب تک صداقت کو قبول کرنے سے محروم ہیں اور ان کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔

دوسرا خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔ جمعہ کی نماز پڑھ کے ایک جنازہ پڑھوں گا۔ جن دنوں میں لاہور میں تھا۔ میری چھوٹی بیوی کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ چونکہ میں ان کا جنازہ پڑھ نہیں سکا تھا۔ اس لئے ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی خواہش ہے اور خود مجھ پر بھی مرحومہ کا حق ہے کہ میں ان کا

جنازہ پڑھوں کیونکہ وہ میری ساس تھیں۔ اس لئے نماز کے بعد میں ان کا جنازہ پڑھوں گا۔ احباب بھی میرے ساتھ اس نماز میں شامل ہوں۔

(الفضل ۳۰ر نومبر ۱۹۲۳ء)

❀ ❀ ❀

۱؎ تذکرہ ص۳۹۵